OPEN ACCESS
Al-Nasr
ISSN (Online): 2958-9398
ISSN (Print): 2959-1015
https://alnasrjournal.com

علامہ اقبال کا تصور اتحاد امت: ایک مطالعہ
A Study of Allama Iqbal's concept of Unity of *Ummah*

Ishrat Fatima
M.Phil. Scholar, The Women University Multan
Dr. Hafiz Muhammad Abrar Awan
Assistant Professor, Department of Urdu Encyclopedia of Islam, Allama Iqbal Campus, University of the Punjab, Lahore
Dr. Sabeeha Abdul Qadoos
Lecturer, Department of Islamic Studies, The Women University Multan

Abstract
In the realm of Islamic government, Ummah is the indivisible unity of nations, which is established by the Shiraz Bandi religion. Ummah is a special Islamic concept which is a manifestation of the ideological and social aspects of Islam. The philosophy of the emergence of the Muslim Ummah in the world depends on a natural process. The Ummah organizes all human beings in the form of a great community by eliminating the distinctions of nations, races and classes. Even in the world, it is like a single body. Islam remembers them with different names. Ummat Wahidah, Ummat Muslimah, Ummat Astya, Khairmat and Millat Ibrahimi etc. In these names, the name of Ummat Muslimah indicates the overall sufficiency of the Islamic society. Poet of the East, Hakim of the Nation, Dr. Allama Iqbal, when his personality, thought and artistic maturity reached its

CC BY

peak, his vision or poem became the center of the nation. Iqbal stopped thinking as an individual. He used to look at things from the eyes of the Ummah and think about every problem collectively. He weighed the benefits and losses in the scales of the Ummah and measured the good and evil with the scales of the Ummah. There came a time in Allama Iqbal's life that his mind was the spokesperson of the Ummah, his pen was the Ummah. Allama Iqbal wanted the unity of the Ummah, he wanted to see the Muslims as one nation, one Ummah and nation. It was his wish that people should adopt the Ummah code of conduct and spread it over the world. He wished that the Ummah should be red-faced in everything. So that success and rule would become their destiny.

Key words: strong, Muslim Unity, peak perfection, Ramz-e-khudi

تمہید

امت لفظ اُم سے نکلا ہے جس کا معنی گروہ، جماعت، قوم اور عوام کے ہیں۔[1] عرف عام میں اُمت ان ہم عقیدہ لوگوں کی جماعت کو کہتے ہیں جسے کوئی نبی یا رسول تشکیل دیتا ہے۔[2] اصطلاحی معنی میں امت سے مراد ایسے ہم عقیدہ لوگ جو کسی ایک امام کے متبع ہوں۔ امت سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو ایک نبی اور ایک شریعت کا پیروکار مانتے ہیں مثلاً عیسائی، یہودی، مسلمان۔[3] علماء اور فقہاء کے نزدیک امت اس مذہبی جمعیت کا نام ہے جس کے اراکین رسول کریم ﷺ کے پیروکار ہوں یعنی وہ اللہ کی وحدانیت اور آپ ﷺ کی نبوت پر ایمان رکھتے ہوں اور جملہ شرعی احکام کی بلاچوں و چرا تعمیل کرتے ہوں۔[4] جیسا کے قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ۔﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً﴾[5] "پہلے سب لوگ ایک ہی امت تھے"۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ۔﴿ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلٌ﴾[6] "ہر امت کے لیے ایک رسول ہے"۔ حضرت محمد ﷺ امت مسلمہ کے امام اور پیشوا ہیں اور آپ ﷺ کی امت ساری امتوں کی امام اور پیشوا ہے۔ حضور اکرم ﷺ ساری دنیا کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے اس لیے آپ ﷺ نے ملکی، لسانی، معاشرتی اور نسلی امتیاز مٹا کر اپنے ماننے والوں کو ایک واحد امت بنا دیا۔

مترادفات

معمولی فرق کے ساتھ امت کے مترادف بہت سے الفاظ جیسے قوم، ملت، حزب، گروہ وغیرہ ملتے ہیں۔

قوم

یہ انسانوں کے ایک ایسے پائیدار اور مضبوط گروہ کا نام ہے جس کے اندر اشتراک ارض یا اشتراک معاش پایا جاتا ہے مثلاً کسی بھی ملک یا مذہب کے تعلق رکھنے والے لوگ قوم کہلاتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی

قَوْمِه﴾[7] "بے شک ہم نے بھیجا نوح کو اپنی قوم کے طرف"۔ اسلام میں قومیت نہ تو ملک کے اعتبار سے ہے اور نہ ہی خونی رشتہ کے اعتبار سے تصور پایا جاتا ہے قوم کا لفظ بھی امت کے لیے استعمال ہوا ہے۔

حزب

اس کے معنی پارٹی کے ہیں۔ قومیں نسل ونسب کی بنیاد پر وجود میں آتی ہے جبکہ پارٹیاں اصولوں منسلک کی بنیاد پر وجود میں آتی ہیں مسلمان حقیقت میں قوم نہیں بلکہ حزب ہیں۔ مسلمانوں کے درمیان چاہے کتنے ہیں اختلافات کیوں نہ ہوں قرآن پاک نے ان سب کو ایک ہی امت اور حزب تصور کیا ہے۔[8] قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ ﴿ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾[9] "جان رکھو کہ آخر کار اللہ کی پارٹی والے ہی فلاح پانے والے ہیں۔" اللہ تعالی کی پارٹی سے منسلک رہنے والا ہی دنیا اور آخرت میں کامیابی سے ہم کنارہ ہو سکتا ہے جبکہ شیطان تو انسان کا کھلا دشمن ہے شیطان کی پیروی کرنے والا آخرت میں ذلیل ہونے والے ہیں۔

ملت

ملت سے مراد ایک ایسی قوم یا جماعت ہے جو اپنا ایک الگ تشخص اور پہچان رکھتی ہے[10]

اپنی ملت کے تصور پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ﷺ ہاشمی[11]

ساری دنیا میں مسلمانوں کا تصور ملت کے طور پر موجود ہے۔ جب تک مسلمان دنیا میں ایک ملت کے طور پر موجود تھے تو دنیا پر چھائے ہوئے تھے حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ:

أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:" لَا يَتَوَارَثُ أَهْلُ مِلَّتَيْنِ."[12]

"دو مختلف ملتوں کے لوگ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے"۔

اسی لیے ضروری ہے کہ مسلمان آپس میں اتحاد کے ساتھ ایک ملت کی صورت میں رہیں۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

جماعت

یہ لفظ بھی لوگوں کے گروہ کے لیے بولا جاتا ہے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کی اجتماعی حیثیت کو ظاہر کرنے کے لیے جماعت کا لفظ کثرت سے استعمال کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے قوم یا شعب یا اس کے ہم معنی دوسرے الفاظ کو استعمال کرنے سے منع فرمایا ان کی بجائے جماعت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ آپ ﷺ نے کبھی نہیں فرمایا کہ قوم کے ساتھ رہو یا قوم پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ **وَيَدُ اللَّهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ**۔[13] "جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔" دوسری جگہ پر ارشاد ہے کہ فان الشيطان مع الاحد[14] "بے شک اکیلے فرد کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔" جماعت بن کر رہنا ہی اصل میں مقصد زندگی ہے، مل جل کر رہنے والے اور اکیلے رہنے میں فرق ہوتا ہے۔ جماعت کے ساتھ اللہ تعالی کی مدد حاصل ہوتی ہے

عصبہ

طاقتور لوگوں کی چھوٹی سی جماعت کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کا تذکرہ قرآن میں موجود ہے ﴿لیوسف و اخوہ احب الی ابینا منا و نحن عصبه﴾[15] ”یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں اور ہم ایک جماعت ہیں۔“

شرذمہ

کمزور لوگوں کی چھوٹی سی جماعت کہلاتی ہے۔ جیسا کہ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کے بارے میں کہا تھا ﴿إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيلُونَ﴾[16] ”بے شک یہ ایک قلیل ٹولہ ہے۔“

علامہ اقبال کا تصورِ امت

علامہ اقبال مسلمانوں کو قوم کی بجائے ایک امت اور ملت قرار دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ملت اشتراک وطن سے نہیں بلکہ اشتراک ایمان سے بنتی ہے۔ لہٰذا مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں ان کے عقائد اور نظریات اور فکر ایک ہیں۔ اور یہ عقائد و نظریات اتنے مضبوط ہوتے ہیں کہ جغرافیائی حدود میں رکاوٹ نہیں بنتے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ان کی وہ بنیادی فکر ہے جس کی بناء پر مسلمانوں کو ایک لڑی میں پرویا گیا ہے اور ان کو جسدِ واحد کی مانند قرار دیا گیا ہے۔ اگر جسم کے کسی حصے میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم تکلیف کی وجہ سے بے چین ہو جاتا ہے علامہ اقبال فرماتے ہیں:۔

اخوت یہ ہے کہ چبھے جو کانٹا کابل میں
ہندوستان کا ہر پیر و جواں بے تاب ہو جائے[17]

اس کے علاوہ علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ مخصوص عقیدہ کی بنیاد پر ہر مذہب اور مسلک کا ڈھانچہ استوار ہوتا ہے، اس بنیادی عقیدے کو ماننا اور تسلیم کرنا اس مذہب میں لازم ہے۔ قرآن نے لوگوں کو توحید کا درس دیا اور مسلمانوں کو ایک ملت اور ایک امت بنا دیا۔

علامہ اقبال کا تصور اتحاد امت

قوموں کے عروج و زوال، اقبال مندی و سربلندی، ترقی و تنزلی، خوشحالی و فارغ البالی اور بدحالی کے تقدم و تخلف میں اتحاد و اتفاق باہمی اخوت و ہمدردی اور آپس میں اختلافات و انتشار اور تفرقہ بازی اور باہمی نفرت و عداوت کلیدی رول ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ اقوام کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے اندر جب تک اتحاد و اتفاق پایا جاتا رہا تب تک وہ فتح و نصرت اور کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہوتے رہے۔ اور جب انہوں نے اتحاد و اتفاق کے دامن کو چھوڑ کر اختلاف و انتشار پھیلانا شروع کیا تو ان کے سخت ترین ہزیمت و شکست اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ نیز ساتھ ساتھ اتحاد و اتفاق اور اجتماعیت کے فقدان کی وجہ سے ان قوموں کا نام صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا گیا۔[18] علامہ اقبال صرف شاعر ہی نہیں تھے بلکہ ایک عظیم مفکر بھی تھے۔ آپ نے امت اسلامیہ کو ہمہ وقت جھنجھوڑنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی شاعری امت کی تاریخ میں جامعیت کے لحاظ سے عدیم المثال شاہکار ہے انہوں نے مسلمانوں کو مختلف جہات سے اتحاد و یگانگت کا سبق دیا۔ علامہ اقبال کہتے ہیں کہ اسلام کا نصب العین ہی یہ ہے کہ اجتماعیت و اتحاد قائم کیا جائے۔ حضرت عمر کے الفاظ میں بیان ہے کہ:

إِنَّهُ لاَ إِسْلاَمَ إِلاَّ بِجَمَاعَةٍ، وَلاَ جَمَاعَةَ إِلاَّ بِإِمَارَةٍ، وَلاَ إِمَارَةَ إِلاَّ بِطَاعَةٍ[19]

”جماعت کے بغیر اسلام نہیں، اور امارت کے بغیر جماعت نہیں اور اطاعت کے بغیر امارت نہیں“۔

وہ مسلمانوں کو ایک ملت میں گم ہو جانے کا درس دیتے ہیں اور ایک عالم گیر ملت کے قیام کی خواہش رکھتے ہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ جس قوم نے اتحاد کا رشتہ چھوڑ دیا تو ہمارے کام میں سینکڑوں گرہیں پڑ گئیں ہم دنیا میں ستاروں کی مانند بکھرے ہوئے ہیں اسلام ایک ازلی، ابدی، آفاقی اور عالم گیر پیغام ہے اس کا مقصد تمام نوع انسان کو اخوت کی لڑی میں پرو کر ایک وسیع تر ملت اسلامیہ کا قیام عمل میں لانا ہے اسلام ہر قوم ہر ملک و وطن کے لیے راہ ہدایت ہے اس لیے اس کے پیرو کاروں کو رنگ و نسل کے لیے ایک عالم گیر برادری کی مثال کرنی چاہیے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر[20]

علامہ اقبال اتحاد کے لیے اسلامی قومیت کی درست فکر کو لازمی قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک قومیت کی بنیاد اسلام پر ہے. لہٰذا مسلمان ملک و نسب، وطن اور رنگ و خون کے بتوں کو توڑ کر ایک ملت کی شکل میں متحد ہو جائیں، کیونکہ یہی ایک صورت ہے جس کے ذریعے ایک زندہ قوم کی حیثیت سے امت اپنا وجود قائم رکھ سکتے ہیں ملک، نسل اور وطن کی مصنوعی حد بندیوں نے نوع انسانی کا شیرازہ منتشر کر کے رکھ دیا ہے، اتحاد امت بالکل ختم ہو کر رہ گیا ہے[21] اس سلسلے میں وہ عہد نبوی اور قرون اولیٰ کی تصویر کشی کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے عصبیت کی ساری دیواروں کو گراتے ہوئے کالے گورے، عربی عجمی، چھوٹے بڑے، بادشاہ غلام کے فرق کو مٹا کر عرب کے ابو بکر، حبشہ کے بلال، روم کے صہیب، فارس کے مسلمان وغیرہ کی مخفی صلاحیتوں کو پروان چڑھا کر کے نہ صرف رضی اللہ عنہم کے درجہ پر پہنچا دیا تھا بلکہ اسلام کے تقاضوں کو پورا کرنے میں بھی استعمال کر کے انسانیت کے باغ کو سینچ کر نوع انسانی کو ایک خاندان میں تبدیل کر دیا تھا۔ جس کے نتیجے میں انسانی معاشرہ ایک بے خار گلدستہ بن گیا تھا۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

علامہ اقبال امت کے اتحاد کی تلقین کرتے ہوئے اسے مشکلات اور مصائب پر قابو پانے کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں کہ فرقہ واریت کی بھی نفی کی جائے۔ آپ وحدت اسلامی کے پارہ ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں:

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا محبت کی زباں ہو جا[22]

اقبال عالمگیر انسانی برادری اور ملت اسلامیہ کے اتحاد کی تعلیم دیتے ہوئے اخوت کو اسلامی ترقی کی بنیاد قرار دیتے ہیں کہ خود انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ قومی اتحاد بھی کوئی پائیدار قوت نہیں ہے صرف ایک اتحاد لائق اعتماد ہے اور وہ ہے اتحاد امت؛ جو نسل، قومیت، رنگ اور زبان سے ماوراء ہے۔ جب تک یہ نام نہاد جمہوریت یعنی قوم پرستی اور یہ ملعون سامراجیت پاش پاش نہیں کر دیئے جاتے، جب تک انسان اپنے عمل سے یہ ظاہر نہیں کر دیتے کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ ساری دنیا اللہ کا کنبہ ہے، جب تک نسل و رنگ اور جغرافیائی بنیادیں مکمل طور پر صفحہ ہستی سے مٹا نہیں دی جاتی وہ کبھی بھی خوشگوار اور آسودہ خاطر زندگی بسر نہیں کر سکتے اور آزادی اور اخوت کے خوبصورت تصورات ہرگز شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتے۔[23]

علامہ اقبال مسلمانوں کے زوال سے بہت متفکر تھے انکی دلی خواہش تھی کہ مسلمان ایک بار پھر دنیا کی عظیم قوم بن جائیں۔ آخری عمر میں بڑی بے تابی کے ساتھ مسلمانوں کو متحدہ ہونے کا پیغام دیتے رہے۔ تصور اتحاد امت اسلامی تصور ہے جس کا مرکزی نقطہ انفرادیت کو اجتماعیت میں ضم کرنا ہے۔ کسی بھی عظیم تر ملت کی تعمیر کے لیے اس کی روحانی بنیاد ضروری ہوتی ہے اور مضبوط بنیاد صرف وحدت کے تصور سے ہی مل سکتی ہے۔ آپ اتحاد ملی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"ہمارے ملی اتحاد کا انحصار اس بات پر ہے کہ مذہبی اصول پر ہماری گرفت مضبوط ہو جو یہ گرفت ڈھیلی پڑی ہم کہیں کے بھی نہیں رہیں گے اور عین ممکن ہے کہ انجام وہی ہو جو یہودیوں کا ہوا"۔[24]

مسلمانوں میں امتیازات کا زہریلا نظام قائم ہے۔ ایک طرف فرقہ واریت کی صورت میں مذہبی فرقوں کی بھرمار ہے اور دوسری طرف معاشرتی طور پر ذات پات کا امتیاز بھی موجود ہے۔ جو انہوں نے ہندو سے ورثہ میں حاصل کر رکھا ہے۔ اسلام میں ایسے امتیازات کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ایک ناقابل وحد تقسیم ہے۔ علامہ اقبال مسلمانوں کو توحید اور ایمان کی بنیاد پر اکھٹا دیکھنا چاہتے تھے اور ان کے کلام میں اس بات پر تکرار پایا جاتا ہے۔ زندگی میں وہ ہمیشہ یہ نصیحت کرتے ہی تھے مگر دنیا سے رخصتی کے بعد بھی ان کی تلقین جاری ہے۔ ہم سب اسلام کے چمن میں پیدا ہوئے ہیں اور ہماری اصل ایک ہی شاخ اسلام ہے، اس لیے ہم پر رنگ و نسل کے امتیازات حرام ہیں۔[25]

؎ فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں[26]

اقبال کا مخاطب ہمیشہ باشعور نوجوان رہا ہے۔ وہ خلافت پر یقین رکھتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ ہر فرد اپنی ذات میں ایک انجمن ہے چاہے تو وہ عام آدمی سے ولی بن جائے۔ بس عشق کی کاملیت ضروری ہے تاکہ وہ استعماری قوتوں کے خلاف اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کر سکے۔[27]

خلاصۂ بحث

غرض کہ علامہ اقبال کا کلام اتحاد امت کا درس دیتا ہے۔ انہوں نے شاعری کے ذریعے قوم کی تربیت کی اور انہیں خود آگاہی کا درس دیا۔ آج کل مسلم قوم انتشار کا شکار ہے۔ موجودہ دور میں تمام پیش آمدہ مسائل و مصائب کا حل ایک مضبوط و منظم اور مستحکم اتحاد و اتفاق میں ہی موجود ہے۔ امت مسلمہ کا اتحاد و اتفاق جدید دور میں محض پرزور نعروں، شریں بیان و شعلہ بیان مقررین کی سحر انگیز اور ولولہ انگیز تقریروں اور آئے دن وجود میں آنے والی ملی و اتحادی تنظیموں کے ذریعے نہ قائم ہوا ہے، اور نہ ہی کبھی قائم ہونے کا امکان ہے۔ اسی طرح اتحاد بین المسلمین، مادی اغراض و مقاصد، معاشی منفعتوں اور سیاسی و ملکی و قومی ضرورتوں کی بنیاد پر بھی قائم نہیں ہو سکتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اور یہ بہترین وقت ہے کہ نوجوان حکیم الامت علامہ اقبال کے افکار اور فلسفہ اتحاد امت کو سمجھیں اور ان کی تعلیمات میں اپنے مسائل کو حل تلاش کرنے کی کوشش کریں۔ اتحاد و اتفاق کے لئے ضروری ہے کہ وقتی منفعتوں اور مصلحتوں سے بالاتر ہو کر ایسی بنیاد تلاش کی جائے جس پر امت مسلمہ کا اتحاد و اتفاق اور اجتماعیت کی مضبوط و مستحکم عمارت تعمیر کی جائے اور علامہ محمد اقبال نے اتحاد امت کے لیے مذہب کو بنیاد قرار دیا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ تمام مسلمان ایک طاقت ہیں اور ایک عمارت کی مانند ہیں جسکی ہر اینٹ اہم ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

؎ مبتلائے درد ہو کوئی عضو روتی ہے آنکھ
کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ [28]

یہ ان کے اتحاد امت کا فلسفہ ہی تھا کہ انہوں نے 1930ء میں قیام پاکستان کی بنیاد بننے والا تاریخی خطبہ الٰہ آباد پیش کیا۔ اقبال نوجوانوں سے کبھی مایوس نہیں رہے بلکہ انہیں شاہین قرار دیتے رہے۔ اقبال کے اشعار میں ہمیں باہمی یگانگت اور مسلمانوں کے لیے ہمدردی کے جذبات کی چاشنی بھی ملتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

؎ افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ [29]

موجودہ دور میں اور موجودہ حالات میں ہمیں فکر اقبال کی اشد ضرورت ہے۔ ہم نے پاکستان بنایا تو علامہ اقبال کے افکار کی روشنی میں اور اب اگر بچانا بھی ہے تو انہی فرامین کو مشعل راہ بنانا ہوگا۔

نتائج وسفارشات

* امت کے عظیم تصور کو ذہن میں رکھتے ہوئے تمام ترجیحات متعین کی جائیں۔
* خصوصی لیکچر زوسیمینار کا اہتمام کیا جائے جس میں امت مسلمہ کے اتحاد کا شعور اُجاگر کیا جائے۔
* تمام معاملات اور مسائل کے حل کے لیے سیرت نبوی ﷺ اور دینی تعلیمات سے رہنمائی حاصل کی جائے۔
* ہر حال میں اتحاد کو قائم ودائم رکھا جائے کیونکہ یہ اسی اجتماعی ضرورت ہے جس کے بغیر کسی بھی خاندان و قوم کی بقاو ترقی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔
* اسلام کو اجمالی طور پر پہچانیں اور مسلمانوں کے حالات سے باخبر رہیں۔
* مذہبی فرقہ وارانہ اختلافات کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے اور اتحاد المسلمین کے لیے ایسی تصانیف کے تراجم کروائے جائیں جو کہ اسلامی ممالک کے درمیان زیادہ سے زیادہ رسل ورسائل کا فروغ ہو سکے۔
* انتہا پسندی، شدت پسندی، دہشت گردی اور خودکش حملوں اور تنگ نظری سے نکال کر اپنی کم علمی اور کمزور حیثیت کے اسباب پر غور کر کے ان کا علاج نکالنا ہوگا تاکہ ہم دنیا میں ایک متحدہ امت بن کر زندگی گزار سکیں۔

حوالاجات

[1] کیرانوی، بدرالزمان، مولانا، قاموس القرآن، (کراچی: دار شاعت اُردو بازار، س-ن)، ص:62
[2] ارشاد احمد اُردو پنجابی لغت، (کراچی: ترقی اُردو بورڈ، س-ن)، ص:376
[3] طبرانی، المعجم الاوسط، (لاہور: پروگریسو بکس اُردو بازار، س-ن)، ج:2، ص:24/1
[4] ابو بکر البغدادی، الفرق بین الفرق، (ریاض: سعودی عرب دار الھجرہ، 1849ء)، ج:1، ص:142-141
[5] البقرہ:213
[6] یونس:47
[7] البقرہ:54

[8] عمر بن راشد، جامع معمر بن راشد، باب الزوم الجماعہ،
[9] المجادلہ:22
[10] اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب (س-ن)، ص:248
[11] علامہ محمد اقبال، بانگ درا، (لاہور: یونائیٹڈ جوک، انار کلی اُردو بازار)، ص:148
[12] ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن عبد اللہ الربعی القزوینی، سنن ابن ماجہ، (بیروت: دار احیاء الکتب العربیہ، 1432ھ)، رقم الحدیث:2731
[13] ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، (بیروت: دار الغرب الاسلامی، 1992ء)، رقم الحدیث:2167
[14] محمد بن عیسی، جامع ترمذی، ج4
[15] یوسف، 8:12
[16] الشعراء، 60:26
[17] علامہ اقبال، بانگ درا، ص:251
[18] نعیم اکبر یسین، جدید مسلم مفکرین کے سیاسی افکار، (لاہور: عزیز پبلیشر، اُردو بازار، س۔ن)، ص:263
[19] أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن الدارمي، مسند الإمام الدارمي، (دار التأصيل، طبع:2015ء)، ج:1، ص:135
[20] علامہ اقبال، بانگ درا، ص:72
[21] محمد ابراہیم خلیل، اقبال کے سوانح افکار، ص:335
[22] محمد اقبال، علامہ اقبال، ضرب کلیم، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز اُردو بازار، 1936ء)، ص:57
[23] واجد رضوی، دانائے راز، (لاہور: مقبول اکیڈمی سرکلر روڈ اُردو بازار، س-ن)، ص:162
[24] دائرہ معارف اقبال، شعبہ اقبالیات، پنجاب اورنٹیل کالج لاہور، ص:24
[25] علامہ محمد اقبال،، پیغام مشرق، (لاہور: اسلامی پبلی کیشنز، 1923ء)، ص:52
[26] علامہ محمد اقبال، بانگ درا، ص:190
[27] رفیہ سید، 22-11-15، https://blogsdunyenew.tv-10:58 AM
[28] علامہ محمد اقبال، بانگ درا، ص:75
[29] علامہ محمد اقبال، اسرار و رموز، (لاہور: اقبال اکیڈمی، س-ن)، ص:98